HJRS HEC Journal Recognition System
Category Y

Al-Mahdi Research Journal (MRJ)

Vol 5 Issue 3 (January-March 2024)

ISSN (Online): 2789-4150
ISSN (Print): 2789-4142

The Role of Sufi in the Training of the Society and the Challenges of the Modern Time

Kubra Begum

تربیت معاشرہ میں صوفیاء کرام کا کردار اور دورِ جدید کے چیلنجز تحقیقی جائزہ

Kubra Begum
MPhil Research Scholar, Pusror, kubrazeshan544@gmail.com

Mudassir Iqbal
PhD Research Scholar, Institute Of Islamic Studies and Shariah, MY University Islamabad iqbalmudassir428@gmail.com

Rahat Khan
Visiting Lecturer, University Of Sargodha rahatali117@gmail.com

Abstract

The training of society depends on the training of individuals. Unless individuals are trained in the true sense, society can never be reformed because the destiny of nations is in the hands of individuals. When a nation loses its original status in the field of life, the darkness of self-ignorance covers it, and it begins to forget the purpose of its existence on this earth and what it needs to fulfill this purpose. The mindset and procedure should be adopted. It has been the method of the Sufis that they have paid attention to the training of each individual in the light of the Qur'an and the Sunnah. People of different races, religions, and schools of jurisprudence are seen sitting in the same row. Therefore, it is necessary that in modern times, where malice, stubbornness, envy, malice, deception, and other evil behaviors have engulfed the entire society, while studying the lives of the

CC BY

Sufis, the strategies adopted by them should be studied. It should be mentioned that the training will be helpful for society.

Keywords: Training, destiny of nations, Qur'an and the Sunnah, jurisprudence, Sufis

تربیت کا معنی و مفہوم۔

تربیت ربی، یربی کا مصدر ہے، جس کے معنی نشو نما دینے کے ہیں[1]، اسی سے لفظ مربی بنتا ہے۔

امام راغب اصفہانی تربیت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"هو انشاءالشیئ حالافحالاالی احد التمام "[2]

کسی چیز کو یکے بعد دیگرے ایک حالت سے دوسری حالت میں اس طرح نشو نما دیتے رہنا کہ حد کمال کو پہنچ جائے۔

الجوھری کی تعریف کے مطابق "تربیت وہ لفظ ہے جو ہر اس چیز کے لئے استعمال ہوتا ہے جو نشوونما پاتی ہیں، جیسے اولاد کھیتی وغیرہ"[3]

اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت "رب" ہے جس کے معنی پالنے والا ہے، یہ لفظ قرآن پاک کی سب سے پہلی سورت کی بنیادی آیت میں اسی معنوں میں ذکر ہوا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"الحمدللہ رب العالمین"[4]

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

معاشرہ کا معنی و مفہوم۔

معاشرہ سے مراد افراد کا وہ مجموعہ ہے جو باہم مل جل کر رہیں۔معاشرہ انسانوں سے تشکیل پانے والے ایسے مجموعہ کو کہتے ہیں جو باہمی طور پر یکساں زندگی بسر کرتے ہیں اور اپنی ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے میں اور زندگی کے مختلف امور کی انجام دہی میں ایک دوسرے کے محتاج ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ عقائد و نظریات، مشترک آداب و عادات اور یکساں اہداف کے مالک ہوتے ہیں۔مرتضی حسینی زبیدی اپنی کتاب "تاج العروس" میں لکھتے ہیں:

" عاشره معاشرة، وتعاشروا واعتشروا: تخالطوا"[5]

معاشرہ، عاشر، یعاشر کا مصدر ہے، اس کے معنی مل جل کر رہنے کے ہیں، یعنی کہ افراد کا ایسا مجموعہ جو آپس میں مل جل کر رہتے ہیں۔"معاشرہ باب تفاعل عاشر، یعاشر سے اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں باہم مل جل کر رہنا جیسے "(تعاشروا) اعتشروا" ایک دوسرے کے ساتھ رہنا."[6]

ابن منظور "لسان العرب "میں لکھتے ہیں

" والمعاشر: جماعات الناس. والمعشر: الجن والإنس "[7]

OPEN ACCESS

CC BY

ہم آہنگی:لوگوں کے گروہ۔ جنوں اور انسانوں کا گروہ ، مشیر۔

تصوف کا معنی و مفہوم۔

ابو الحسن علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔"صوفی کی تحقیق میں بہت سے اقوال نقل کیے جاتے ہیں ایک گروہ کا

کہنا ہے کہ اہل تصوف کو صوفی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ صوف[8] کا لباس پہنتے ہیں۔دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ صوفی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ برگزیدگی میں صف اول میں ہوتا ہے۔تیسرے گروہ کی رائے یہ ہے کہ صوفی اس لئے کہتے ہیں کیونکہ وہ اصحابِ صفہ[9] سے محبت کرتا ہے چوتھے گروہ کا نظریہ یہ ہے کے لفظ صوفی صفا[10] سے مشتق ہے،مزید شیخ ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صفائی سب امور میں محمود ہے اور اس کی ضد کدورت ہے چونکہ اہل تصوف نے اپنے اخلاق و معاملات کو مہذب بنا لیا ہے اور طبیعت کی کدورتوں سے پاک صاف ہوگئے ہیں اس لئے ان کو صوفی کہا جاتا ہے"[11]۔تصوف کی ابتداء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے سے ہوئی ہے لیکن اس وقت صوفی اور تصوف کے الفاظ کا استعمال نہ تھا،البتہ تابعین کے دور میں اس کے شواہد ملتے ہیں جیسا کہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔"میں نے دوران طواف ایک صوفی کو دیکھا اور اس کو کچھ دینا چاہا مگر اس نے لینے سے انکار کر دیا اور کہنے لگا میرے پاس چار دانگ پڑے ہیں وہ میرے لیے کافی ہیں[12]۔

صوفیاء کی اصطلاح میں تصوف کا مفہوم اپنے اندر کا تزکیہ کرنا اور تصفیہ کرنا،یعنی اپنے نفس کو نفسانی کدورتوں ورذائل اخلاق سے پاک صاف کرنا اور فضائلِ اخلاق سے مزین کرنا ہے[13]۔

درج بالا تمام اقوال اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ تصوف ایک ایسا مسلک ہے جس کی آج تک کوئی جامع تعریف یا مفہوم بیان نہیں ہو سکا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ تصوف محض تجرباتی،ذاتی،ذوقی اور وجدانی شئے ہے،چناچہ تمام اصحاب رائے کا ایک ہی بات پر متفق ہونا محال ہے۔ہر ایک کا ذوق اور وجدان دوسرے سے مختلف ہے،جس کا ذوق جتنا زیادہ ہوتا ہے اتنا ہی وہ حقیقت الامر کو سمجھ سکتا ہے،علاوہ ازیں تصوف نے کسی زمانے میں بھی کوئی واحد اور مستقل صورت اختیار نہیں کی،لہٰذا اب ہم اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ اہل تصوف نے کس حد تک تربیت معاشرہ میں اپنا کردار ادا کیا۔

تربیت معاشرہ میں صوفیاء کا کردار۔

اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ اس نے ہر زمانے میں اپنے بندوں کی رہنمائی اور رشدوہدایت کے لئے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا،اب چونکہ نبوت کا سلسلہ بند ہو چکا ہے لیکن اسلام چونکہ دین الٰہی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں اپنے دین کو محفوظ رکھنے کا اہتمام فرمایا،حفاظت دین پر مامور ہونے والے طبقوں میں سے اکثریت صوفیاء کے طبقے کی ہے جنہوں نے ہر باطل کا ہر سطح پر ڈٹ کا مقابلہ

OPEN ACCESS
CC BY

کیا اور یہ اتنی بڑی حقیقت ہے کہ دشمنانِ اسلام بھی اس سے انکار کی جرات نہیں کر سکتے، مشہور یورپی دانشور پروفیسر ایچ۔ آر گب رقمطراز ہے۔

"تاریخ اسلام میں بارہا ایسے مواقع آئے ہیں کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا لیکن اس کے باوجود مغلوب نہ ہو سکا اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ صوفیاء کا انداز فکر فوراً اس کی مدد کو آجاتا تھا اور اس کو اتنی قوت و توانائی بخش دیتا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کر سکتی"[14]۔

بلاشبہ صوفیاء کرام ملت اسلامیہ کا وہ طبقہ ہیں جنہوں نے ہر دور میں روحانی پاکیزگی اور کردار سے اسلام کے ظاہر اور باطن کی حفاظت کی ہے اسلامی تاریخ صوفیاء کرام کی دینی خدمات سے بھری پڑی ہے جنہیں پڑھ کر ملت اسلامیہ کا سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے، گروہ صوفیاء میں سے چند ایک کا یہاں تذکرہ کیا جاتا ہے۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ 477ھ کو قصبہ جیلان میں پیدا ہوئے، جس کی نسبت سے آپ کو جیلانی کہا جاتا ہے۔ آپ کی سیرت و زندگی سراپا و تقویٰ تھی، آپ کی حیات مبارک کا ایک ایک لمحہ اور زندگی کا ایک ایک گوشہ گوشہ کتاب و سنت کی پیروی میں گزرا۔ آپ نے درس و تدریس، افتاء، تصنیف و تالیف اور خانقاہی تربیت کے ساتھ ساتھ عامۃ الناس کی اصلاح کے لئے وعظ و تبلیغ اور اصلاح و ہدایت کے عظیم کام کی طرف خصوصی توجہ فرمائی، آپ کا وعظ بڑا پر تاثیر اور دلنشین ہوتا تھا، حاضرین مجلس بہت بے قرار اور پرچین ہو جاتے تھے۔ آپ کے وعظ و ارشاد کی کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی تھی جس میں غیر مذہب عیسائی، یہودی اسلام قبول نہ کرتے ہوں اور رہزن و ڈکیت، خونی قاتل اور جرائم پیشہ افراد توبہ سے مشرف نہ ہوتے ہوں۔ آپ کا سلسلہ مواعظ تقریباً چالیس برس جاری و ساری رہا۔ آپ نے تبلیغ اسلام کے ذریعے مسلم معاشرہ پر گہرے اثرات مرتب کیے ایک موقع پر دنیا کی حقیقت کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ "دنیا ہاتھ میں رکھنی جائز، جیب میں رکھنی جائز، کسی اچھی نیت سے اس کو جمع کرنا بھی جائز ہے لیکن اس دولت کو اپنے دل میں رکھنا جائز نہیں ہے"[15]۔

حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار مشہور ترین صوفیاء کرام میں ہوتا ہے۔ آپ کی ولادت کے بارے میں مشہور گمان یہی ہے کہ آپ سلطان محمود غزنوی کے عہد حکومت میں 400ھ یا 401ھ میں پیدا ہوئے، اس وقت سلطان ہندوستان پر چھ حملے کر چکا تھا اور ساتویں مہم میں مصروف تھا۔ آپ کے شیخ طریقت ابوالفضل محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز آپ کو یہ حکم دیا کہ تبلیغ اسلام اور تعلیم تصوف و طریقت اور رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کرنے کی خاطر لاہور چلے جائیں چناچہ آپ نے فوراً حکم کی تعمیل فرمائی اور مستقل طور پر لاہور میں سکونت اختیار فرمالی۔ آپ نے یہاں آکر لوگوں کی ظاہری و باطنی تربیت فرمائی، ہزاروں غیر مسلموں

CC BY

کو دین اسلام کی طرف مائل کیا اور ان کو اسلام کی عظیم اور لازوال دولت سے روشناس کیا، ہزار ہا غیر مسلم آپ کے اخلاق و کردار اور تعلیمات سے متاثر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے اور آپ کی صحبت کاملہ کی برکت سے ولایت کے مقام پر فائز ہوئے[16]۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ 536ھ کو سجستان قصبہ میں پیدا ہوئے، آپ کے والد محترم خواجہ غیاث الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے مشہور صوفی بزرگ تھے، آپ کی والدہ بی بی ماہِ نور بھی عابدہ اور زاہدہ خاتون تھیں۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ قرآن و سنت کا قابل رشک نمونہ تھیں۔ آپ کی تمام زندگی تبلیغ اسلام، عبادت و ریاضت اور سادگی و قناعت سے عبارت تھی۔ آپ ہمیشہ دن کو روزہ رکھتے اور رات قیام میں گزارتے تھے۔ آپ غربا اور مساکین کے لئے سراپا رحمت و شفقت کا مجسمہ تھے اور غریبوں سے بے مثال محبت و شفقت کی وجہ سے دنیا آپ کو غریب نواز کے لقب سے یاد کرتی ہے۔ دنیا سے بے رغبتی اور زہد و قناعت کا یہ عالم تھا کہ آپ کے سامنے جو نذرانے پیش کیے جاتے اسی وقت وہ آپ فقراء و غربا میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ تبلیغ دین حق کے لئے آپ سراپا عمل بن کر میدا میں آئے اور محکم استقامت کا بے نظیرت ثبوت دیا، لوگوں کو اسلام حق و صداقت اور علم و عمل کی دعوت دی، لاکھوں افراد آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان کے دل درست عقائد، عمل صالح اور پاکیزہ اخلاق کے نشیمن بن گئے یوں اصلاح معاشرہ کی تحریک کو روز افزوں استحکام نصیب ہوا[17]۔

حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت 1173ء میں کوٹھوال میں ہوئی تھی[18]۔ والد کا نام سلیمان الدین اور والدہ کا نام قرسم خاتون تھا۔ آپ نے حصول علم کی خاطر مختلف ممالک جن میں شام، عراق، نیشاپور اور افغانستان شامل ہیں عازم سفر ہو کر اپنے معتقدین اور بنی نوع انسان کو یہ پیغام دیا کہ "انفرادی و معاشرتی فلاح کا راز صرف علم کے حصول میں پنہاں ہے"[19]۔ بابا فرید الدین نے معاشرتی اصلاح کے لئے تعلیم کے حصول، خدمت خلق اور معاشرتی رواداری کی اہمیت پر اپنے خطبات و ارشادات میں بہت زور دیا ہے، آپ کے اقوال کی روشنی میں حصول علم ہی عین تصوف ہے۔ آپ کی تعلیمات اور کلام کا اثر آج بھی پورے خطے میں ایسے ہے جیسے پھل کو مٹھاس سے ہے۔ آپ نے جی بھر کر اللہ کی مخلوق سے پیار کیا اور اللہ کی محبت کا دم بھی بھرا۔ خواجہ حسن نظامی فرماتے ہیں کہ "آپ کو کسی نے ایک مرتبہ قینچی بطور تحفہ پیش کی، آپ نے یہ تحفہ واپس کر دیا اور فرمایا مجھے قینچی نہیں سوئی دھاگہ پیش کرو اس لئے کہ میں کاٹنے نہیں بلکہ جوڑنے آیا ہوں"[20]۔

مذکورہ بحث یہ معلوم ہوتا ہے کہ صوفیاء کا دل تنگ نہیں ہوتا بلکہ سمندروں سے زیادہ وسیع ہوتا ہے، وہ اپنے مزاج میں بارش سے کہیں زیادہ سخاوت رکھتے ہیں حقیقی معنوں میں اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لئے اس طرز عمل کو اپنائیں، صوفیا کی تعلیمات کو عام

CC BY

کریں انہی تعلیمات کو عام کرنے کی وجہ سے معاشرے کے رویے، نظریے اور برتاؤ بدلیں گے ۔تربیت معاشرہ میں صوفیاء کرام کی دینی خدمات کا جائزہ لینے کے بعد ضرورت اس امر کی ہے کہ یہ واضح کیا جائے کہ دور حاضر میں کس حد تک تصوف کی ضرورت و اہمیت کو محسوس کیا جاسکتا ہے۔

تربیتِ معاشرہ میں تصوف کی ضرورت واہمیت۔

مذکورہ بحث کو مد نظر رکھتے ہوئے تربیت معاشرہ کے حوالے سے جب ہم تصوف کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ تصوف مذہب کی روح ہے جس طرح تصورِ مذہب ہر معاشرے کے لئے ایک عالمگیر صداقت ہے اسی طرح تصوف سے بھی کوئی معاشرہ خالی نہیں ہے اور یہ ہر معاشرے میں کارفرما رہا ہے۔ اللہ کے طالبین ہر زمانے میں ہر معاشرے میں موجود رہے ہیں اور قیامت تک رہیں گے یعنی اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے اسے کبھی بھی نہیں بھلاتے ہر اس کام سے اپنے آپ کو دور رکھتے ہیں جو مالک کی نافرمانی کا سبب بنتا ہے یہی وہ تعلیمات اسلامیہ ہیں جن کا ہمیں کلام اللہ سے بھی درس ملتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ"[21]

ترجمہ: اور ایمان والے سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔

قرآن مقدس کے علاوہ جب ہم ہادیٔ عالم ﷺ کی تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمارے سامنے آپ ﷺ کا یہ فرمان آتا ہے۔

"مَنْ اَحَبَّ لِلهِ وَاَبْغَضَ لِلهِ وَاَعْطٰى لَلهِ وَمَنَعَ لِلهِ فَقَدِاسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ"[22]

جس نے اللہ کے لیے کسی سے محبت کی اور اللہ ہی کے لیے کسی سے دشمنی کی اور اللہ ہی کے لیے دیا اور اللہ ہی کے لیے نہ دیا تو اس نے اپنے ایمان کو مکمل کرلیا۔

آقا کریم ﷺ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

"اللہم اجعل حبک احب الی من نفسی ومالی واہلی ومن الماء البارد"[23]

ترجمہ: اے اللہ تو اپنی محبت کو میرے لئے میری جان سے، میرے مال سے، میرے اہل و عیال سے اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ عزیز بنا دے۔

قرآنِ مقدس کی آیت اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ کا مطالعہ کرنے بعد جب ہم صوفیاء کرام کی زندگی کا مشاہدہ کرتے ہیں تو یہ واضح ہوجاتا ہے کہ صوفیاء کرام اسی محبت کو اپنے دل میں اور اپنے مریدین کے دل میں پیدا کرنے کے لئے مجاہدات وریاضات کرتے اور کرواتے رہتے ہیں کیونکہ ایک متوازن، صحت مند اور اسلامی معاشرہ کی تشکیل تب ہی ممکن ہے جب اس کی تربیت اسلامی اقدار کے مطابق کی جائے۔ عصر حاضر کا مشہور فلسفی برٹرینڈرسل جس کے بارے میں کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ تصوف کا حامی ہے یا نہیں، وہ کہتا ہے۔

OPEN ACCESS

"دنیا میں جس قدر عظیم ترین فلسفی گزرے ہیں سب نے فلسفے کے ساتھ ساتھ تصوف کی ضرورت کا اعتراف بھی کیا ہے، دنیائے افکار میں انتہائی بلند مقام صرف سائنس اور تصوف کے اتحاد سے ہی حاصل ہو سکتا ہے، بہترین انسانی خوبیوں کا اظہار صرف تصوف ہی کے ذریعے سے ممکن ہے"[24]

صوفیاء کی تعلیمات تربیتِ معاشرے کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی سی حیثیت رکھتی ہیں کیونکہ تصوف ہی وہ ذریعہ ہے جس کے سبب ایک ایسا معاشرہ وجود میں آسکتا ہے جس میں تمام لوگ اللہ کی غلامی اور پیغمبرِ اسلام کی قیادت کو دل و جان سے تسلیم کرتے ہیں، ایسا ہی معاشرہ رسول اللہ ﷺ نے تیار فرمایا تھا۔ اسلام سے پہلے عرب جاہل، ان گڑھ اور ان پڑھ تھے لیکن جب اس جاہل معاشرے کی جگہ اسلامی تربیت یافتہ افراد پر مشتمل اسلامی معاشرے نے لی تو یہی لوگ ایسے عظیم عالم، جج، جرنیل، سیاست دان اور قانون دان بن کر اٹھے کہ جس طرف نکلے انہوں نے زمانے کا رخ موڑ دیا۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی کا دھارا نئی شان و شوکت سے نئی راہ پر بہنے لگا، پہلے جہاں ہر طرف جہالت و وحشت کی تاریک رات تھی وہاں صبحِ روشن نمودار ہوگئی۔ ایسا تب ہی ممکن ہوا جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کو عملی طور پر اپنایا جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"ترکتکم علی شریعة بیضاء لیلھا ونھار ھا سواء"[25]

ترجمہ: میں نے تمہیں ایک ایسی صاف روشن راہ مستقیم پر چھوڑا ہے جس کا رات دن برابر ہے۔

مذکورہ بحث کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ تصور کیجئے کہ جس معاشرے کے لوگ پاک دل و پاکباز ہوں، اخلاقِ فاضلہ سے جن کے دل مزین ہوں، ایک دوسرے کے جان و مال اور آبرو کے محافظ ہوں، امانت دار اور انصاف پسند ہوں، یتیموں اور کمزوروں کے حقوق غصب نہ کرتے ہوں، فرض شناس اور ذمہ دار ہوں، ایک اللہ کے سوا کسی کے آگے نہ جھکتے ہوں نہ خوف کھاتے ہوں ایسے افراد سے جو معاشرہ وجود میں آئے گا اس کی کیا کیفیت ہوگی؟ حقیقت یہی ہے کہ اسلام کا روحانی نظام یعنی تصوف ہی معاشرے کو روحانی مشاہدات تک پہنچا کر اسے عین الیقین اور حق الیقین کے درجے پر فائز کر سکتا ہے اور مادیت زدہ معاشرے کے قلوب و اذہان اسی پاکیزگی کی نعمت سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔

تربیتِ معاشرہ میں تصوف کی ضرورت و اہمیت کے مطالعہ کے بعد یہ تو واضح ہو گیا ہے کہ اگر ایک معاشرہ بدامنی، انتشار اور مادیت پرستی کا شکار ہے تو اس کی وجہ اسلامی تعلیمات سے دوری ہے، لہٰذا ایسے معاشرے کی اصلاح کے لئے ضروری ہے کہ ایسا لائحہ عمل اپنایا جائے جس میں صوفیاء کی مجالس انعقاد پذیر ہوں اور لوگوں کو تصوف کا درس دیا جائے، لہٰذا اب ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ عصر حاضر میں اسلامی معاشرہ جہاں بے شمار مسائل اور چیلنجز کا شکار ہے وہاں یہ سلسلہ کیسے انعقاد پذیر ہو سکتا ہے؟ ذیل میں عصر حاضر کے چند چیلنجز کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

نام نہاد صوفی۔

CC BY

اہل تصوف کے سامنے عصر حاضر کا ایک چیلنج ان جاہل، بے عمل اور نام نہاد صوفیاء کا ہے جنہوں نے خانقاہی نظام کو برباد کرنے میں بنیادی اور مرکزی کردار ادا کیا ہے۔ علم و عمل سے فارغ ایسے کاروباری پیر آج ہر روپ میں ہر جگہ بکثرت پائے جاتے ہیں جو تصوف وطریقت کے پاکیزہ مشن کو باقاعدہ تجارت وکاروبار سمجھتے ہوئے حصول شہرت کی اعلی منازل طے کر چکے ہیں۔ دنیاوآخرت سے بے خبر یہ لوگ دراصل نفس پرستی کے جال میں گرفتار ہیں اور مادی دوڑ میں شریک دوسرے تمام طبقات سے زیادہ تصوف کے نام پر دین کے ساتھ منافقت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ایسے صوفیاء و علماء کے متعلق قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے بے شمار مقامات پر سخت وعیدیں بیان فرمائی ہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا"[26]

ترجمہ: اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی قیمت نہ وصول کرو۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

"كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًاؕ-بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ"[27]

ترجمہ: گدھے کی مثال ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے کیا ہی بُری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی آیتیں جھٹلائیں۔

احادیث مبارکہ میں بھی آقا کریم ﷺ نے بے شمار مواقع پر دنیاوی شہرت کے حصول کے لئے علم دین سیکھنے اور سکھانے کی ممانعت فرمائی ہے، جیسا کہ ایک حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے:

"عن ابي هريرة ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" من تعلم علما مما يبتغى به وجه الله، لا يتعلمه إلا ليصيب به عرضا من الدنيا، لم يجد عرف الجنة يوم القيامة" يعني: ريحها"[28]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے علم دین کو جس سے خالص اللہ تعالیٰ کی رضا مندی مقصود ہوتی ہے محض کسی دنیاوی فائدہ کے لیے سیکھا تو وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا۔

قرآن وحدیث کے مطالعے سے یہ واضح ہو گیا ہے کہ ہر وہ کام جس میں نیت اور مقصد دنیاوی جاہ وشہرت کا حصول ہو شریعت نے اس کی ممانعت کی ہے چاہے وہ بظاہر کتنا ہی دلکش اور خوبصورت کام کیوں نہ ہو، لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ معاشرے میں اگر کوئی شخص اپنے آپ کو صوفی ظاہر کرتا ہے لیکن اس کے عمل و کردار سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں تو پھر اس کی اصلاح کیسے کی جائے؟

اس سوال کا واضح جواب یہی ہے کہ اسلام نے ہمیشہ برے فعل کو ہی برا کہا ہے، جیسے چوری کرنا یہ برا فعل ہے نا کہ اگر چوری کرنے والا مسلمان ہو تو العیاذ باللہ سارے مسلمان ہی برے ہیں، اسی طرح اگر کوئی عالم برا کام کرے تو اس کا مطلب ہر گز یہ

OPEN ACCESS
CC BY

نہیں کہ پورا علم ہی خراب ہے،لہذا قابل توجہ اور غور طلب پہلو یہ ہے کہ اگر کسی معاشرے میں بے عمل اور جاہل صوفیاء موجود ہیں تو اہل علم پے یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ انہیں تصوف کی حقیقت سے آگاہ کیا جائے تاکہ پورا معاشرہ ان سے بد ظن ہو کر سارے تصوف اور صوفیاء کو ہی برا نہ سمجھنے لگے۔

اندھی تقلید۔

اہلِ تصوف کے سامنے دور حاضر کا ایک چیلنج اندھی تقلید ہے، فہم و شعور انسان کا بنیادی امتیاز ہے،اسی بنا پر اس سے تقاضا کیا گیا کہ وہ غور و فکر سے کام لے غلط اور صحیح میں تمیز کرے اور بغیر سوچ سمجھے کوئی قدم نہ اٹھائے، آنکھیں بند کر کے دوسروں کے پیچھے نہ چلے۔ صوفیاء اپنی تعلیمات میں اس چیز کا خاص اہتمام فرماتے ہیں اور اپنے عقیدت مندوں کو بطور خاص تنبیہ فرماتے ہیں کہ اندھی تقلید انسان کی حقیقی ترقی کی راہیں مسدود کر دیتی ہے،بد قسمتی سے یہ رجحان مسلمانوں کے اندر پیدا ہو گیا ہے جس کی وجہ سے معاشرہ دیمک کی طرح اندر ہی اندر سے کھوکھلا ہو کر رہ گیا ہے۔ معاشرے میں اندھی تقلید کے سبب آئے روز بڑے بڑے نقصانات سننے اور دیکھنے کو ملتے ہیں، کسی فرقے کا مولوی اعلان کرتا ہے کہ فلاں کافر ہے تو سارے مکین علاقہ ایک پل سوچ سمجھے بغیر اس بات پر تصدیق کرتے ہیں اور فلاں شخص کو جہنم واصل کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے، ہر گروہ اپنے امام اور مقتدا کے قول کو حرف آخر سمجھتا ہے جو کے سراسر اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔ قرآن پاک میں بے شمار مقامات پر اس حوالے سے تذکرہ کیا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اتَّبِعُواْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ"[29]

ترجمہ: پیروی کرو اُس کی جو نازل کیا گیا تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے۔

احادیث رسول ﷺ میں بھی ایسی احادیث کا تذکرہ ملتا ہے جس میں آپ ﷺ نے اندھی تقلید سے منع فرمایا ہے، جیسا کہ ایک حدیث مبارکہ میں آتا ہے:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سمع"[30]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انسان کے جھوٹ بولنے کے لیے بس یہی کافی ہے کہ جس بات کو سنے (بغیر تحقیق کے) اسے بیان کر دے۔

اسلام سے قبل عرب معاشرے میں رواج تھا کہ وہ اپنے آباؤاجداد کے طور طریقوں کو بطور فخر یہ بیان کیا کرتے اور ان کی اندھی تقلید کے قائل تھے، آپ ﷺ نے ایک حدیث مبارکہ میں فرمایا:

"عن عبداللہ بن عباس قال: قال رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ واتركوا ما يقول آباؤكم"[31]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اور تم اپنے باپ دادا کی (شرکیہ) باتیں چھوڑ دو۔

آیت قرآنی اور احادیث مبارکہ کے مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام آخری دین ہے جس نے اپنی اصلی حالت میں تا قیامت

OPEN ACCESS
CC BY

قائم رہنا ہے لہذا اس دین میں جس نے بھی اس کی تعلیمات کو خلط ملط یا ان میں تخفیف و ترمیم کرنے کی کوشش کی وہ کامیاب نہ ہو سکا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت میں ہر دور میں ایسے لوگوں کا انتخاب کیا ہے جو اس کے دین کو تحریف و تبدل اور تغیر سے پاک کرتے رہے ہیں، پروفیسر سلیم چشتی رقمطراز ہیں:

"صوفیائے کرام نے صحیح معنوں میں اتباعِ رسول ﷺ کا نمونہ پیش کیا اور اللہ کے بندوں کو شیطان کی غلامی سے نکال کر اللہ سے ملایا۔ تاریخ گواہ ہے کہ یہ کام نہ علماء سے ہو سکا نہ متکلمین سے نہ معتزلہ سے نہ حکماء سے نہ فقہاء سے۔ یہ کام اگر ہو سکا تو ان نفوس قدسی سے جن کو صوفیاء اسلام کہا جاتا ہے اور جن کا نام آج بھی لاکھوں کڑوں انسانوں کے دلوں میں عقیدت اور محبت کے جذبات پیدا کرتا ہے"[32]۔

مذکورہ بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے مذہبی مدارس اور مذہبی افکار رکھنے والوں میں یہ بات بہت زیادہ پائی جاتی ہے کہ مذہب میں سوال وجواب نہیں ہوتے، کسی بھی عالم کی طرف سے یا صاحب مسندِ طریقت کی طرف سے جو تعلیم بھی دی جائے وہ بغیر کسی حیلے حجت کے ماننی ہوتی ہے کوئی عقلی و نقلی سوال نہیں کیا جا سکتا، اس تقلیدی رویے نے ہمیں فرقہ واریت میں الجھا کر رکھ دیا ہے یہاں تک کہ ہم ایک دوسرے کی مساجد میں نماز پڑھنے تک کے مجاز نہیں ہوتے یہی وہ رویہ ہے جو صرف الحاد کو فروغ دیتا ہے اسی کو اندھی تقلید کہتے ہیں، اس رویے کو بدلنا ہوگا، لوگوں کو کھل کر گفتگو اور سوالات کی اجازت دینی ہوگی تاکہ اگر وہ کسی بات کو ماننا چاہے تو ان کا دل پوری طرح سے مطمئن ہو، اس وقت تربیت معاشرہ کے لئے اہل تصوف کے سامنے یہ دور حاضر کا ایک بڑا چیلنج ہے۔

تعلیماتِ اسلامیہ میں شکوک وشبہات۔

تاریخ انسانی میں ہمیشہ باطل حق کے مدمقابل رہا ہے اور ہمیشہ اسی کوشش میں رہا ہے کہ حق کو نقصان پہنچانے کا کوئی بھی موقع ضائع نہ ہو۔ اسلام دشمن عناصر ہمیشہ مختلف لباس میں اور مختلف طریقوں سے حق کی جڑیں کاٹنے کی کوششوں میں مصروف رہتے ہیں، جہاں دین کو نقصان پہنچانے کے لئے ان شرپسند عناصر نے مختلف حربے استعمال کیے وہاں ایک حربہ اسلامی عقائد اور اسلامی تعلیمات میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کا ہے، جس کی وجہ سے کمزور ایمان اور عقیدے کے لوگ ان کے اعتراضات اور شبہات کے سامنے اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں یا کم از کم شکوک وشبہات کا شکار ضرور ہو جاتے ہیں لہذا مسلمان ہونے کی حیثیت سے تعلیمات اسلامیہ کی معرفت اس دور کی اشد ضرورت ہے، قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو یہ حکم دیا ہے کہ:

"وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ"[33]

ترجمہ: اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں۔

OPEN ACCESS
CC BY

قرآنی تعلیمات کے مطابق اہل اسلام کو دین کے معاملے میں محتاط رہنا چاہئے اور مسلمانوں کے درمیان شبہات اور اعتراضات کو ہوا دے کر اسلام دشمن عناصر کے آلہ کار بننے سے پرہیز کرنا چاہیے، رسول اللہ ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات سے بھی ہمیں یہی درس ملتا ہے، جیسا کہ ایک حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے فرمایا:

" قال رسول الله صلى الله عليه وسلم" الحلال بين , والحرام بين , وبينهما مشتبهات لا يعلمها كثير من الناس , فمن اتقى الشبهات استبرا لدينه وعرضه , ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام , كالراعي حول الحمى يوشك ان يرتع فيه"[34]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حلال واضح ہے، اور حرام بھی، ان کے درمیان بعض چیزیں مشتبہ ہیں جنہیں بہت سے لوگ نہیں جان پاتے (کہ حلال ہے یا حرام) جو ان مشتبہ چیزوں سے بچے، اس نے اپنے دین اور اپنی عزت و آبرو کو بچا لیا، اور جو شبہات میں پڑ گیا، وہ ایک دن حرام میں بھی پڑ جائے گا، جیسا کہ چرا گاہ کے قریب جانور چرانے والا اس بات کے قریب ہوتا ہے کہ اس کا جانور اس چراگاہ میں بھی چرنے لگ جائے۔

مذکورہ حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو دینی تعلیمات میں پیدا ہونے والے شکوک و شبہات سے بچنے کے لئے باقاعدہ تمثیل کے ذریعے سے آگاہ فرمایا اور اس سے دور رہنے کی تنبیہ فرمائی۔ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

"صن ایمانک من الشک فان الشک یفسد الایمان کما یفسد الملح العسل"[35]

اپنے ایمان کو شک سے بچاؤ کیونکہ شک ایمان کو خراب کرتا ہے، ویسے ہی جیسے نمک شہد کو خراب کرتا ہے۔

قرآن پاک، حدیث رسول ﷺ اور خلیفۃ الرسول ﷺ کے قول سے رہنمائی حاصل کرنے کے بعد یہ واضح ہوتا ہے کہ تربیت معاشرہ کی راہ میں ایک اور اہم رکاوٹ تعلیمات اسلامیہ میں شکوک و شبہات پیدا کر کے معاشرے کی ساکھ کو نقصان پہنچانا ہے۔ صوفیاء کرام کا ہمیشہ یہ طریق رہا ہے کہ انہوں نے لوگوں کو دینِ اسلام کی حقانیت اور سچائی کی پہچان کروائی ہے، نیکی اور بدی میں فرق کرنا سکھلایا ہے یعنی لوگوں کے سامنے حقیقی اسلامی تعلیمات کا وہ عملی نمونہ پیش کیا ہے جس کے نتیجے میں لاتعداد لوگ اسلام اور ہدایت کی طرف راغب ہوئے ہیں۔ اہل تصوف کی تعلیمات اسلامیہ سے وابستگی اور اسرار و رموز سے واقفیت کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ امام المسلمین امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جو پوری دنیائے اسلام کے مسلمہ امام ہیں، شریعت و طریقت میں آپ کا درجہ نہایت بلند ہے، آپ نے جلیل القدر آئمہ دین کی صحبت اختیار کی اور خصوصاً حضرت امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ حدیث و فقہ کے ساتھ باطنی علوم میں بھی کمال حاصل کیا، آپ خود فرماتے ہیں: "اگر حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کے دو سال نہ ملتے تو نعمان (ابو حنیفہ) ہلاک ہو جاتا"[36]۔ یعنی روحانی اعتبار سے تربیت اور درجہ کمال تک پہنچنے کی وجہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں گزارے ہوئے دو سال ہیں۔

دورِ جدید کے ذرائع ابلاغ۔

OPEN ACCESS

روز اول سے ہی انسان اپنی بات، احساسات، پیغامات اور خیالات کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے مختلف آلات اور طرق و ذرائع استعمال کرتا رہا ہے۔رابطے کے یہ تمام طریقے جو کہ وقت کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتے رہے ہیں "ذرائع ابلاغ" کہلاتے ہیں۔ عصر حاضر کے جدید ذرائع ابلاغ نے نہ صرف انسانی سوچ بلکہ معاشرے کو بھی یکسر تبدیل کر دیا ہے۔اسلام نے زندگی کے ہر شعبے کی طرح ابلاغ سے متعلق نہایت جامع تعلیمات اور اصول و ضوابط مقرر کیے ہیں، ابلاغ کو ایک خاص ضابطہ کے تحت استعمال کرنے کا حکم دیا ہے، لیکن قابل افسوس پہلو یہ ہے کہ آج ابلاغ کے اسلامی حوالے سے دیے ہوئے ضابطے کو نظر انداز کرکے مغربی پیش کردہ نظریات و تعلیمات کو اہمیت دی جارہی ہے جو کہ معاشرے میں لوگوں کے اخلاق و کردار اور عادات و روایات پر گہرے اثرات مرتب کر رہے ہیں آئے روز نقصان دہ تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں۔موجودہ دور میں ذرائع ابلاغ چونکہ محض ایک ٹیکنالوجی ہے اگر اسے تربیت معاشرہ اور اصلاح معاشرہ کی خاطر مثبت اور تعمیری مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے تو اس کے معاشرتی زندگی کے اندر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں اس کے برعکس منفی مواد اور لیٹریچر بھی بکثرت موجود ہے جو انسانی سوچ اور معاشرے پر منفی اثر انداز ہو رہا ہے۔یہ ایک بڑا چیلنج ہے کہ دور جدید کے تقاضوں اور ٹیکنالوجی کو حکمت بصیرت کے ساتھ اسلامی تعلیمات کو بروئے کار لائے ہوئے استعمال کیا جائے اور یہ ذمہ داری معاشرے میں رہنے والے ہر اس شخص کے اوپر عائد ہوتی ہے جو اپنے آپ کو صاحب ایمان اور رسول اللہ ﷺ کا امتی سمجھتا ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ"[37]

ترجمہ: اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بُری سے منع کریں۔

احادیث مبارکہ میں بھی بکثرت ایسی روایات ملتی ہیں جن میں اہل ایمان کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنے معاشرے کی اصلاح و تربیت میں اپنا اپنا کردار کریں، جیسا کہ ایک حدیث مبارکہ میں آتا ہے:

"عن ابو سعيد:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم،"من راى منكم منكرا فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك اضعف الإيمان"[38]

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا: جو شخص تم میں سے کسی منکر (خلاف شرع) کام کو دیکھے تو اس کو مٹا دے اپنے ہاتھ سے، اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے، اور اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو دل ہی سے سہی (دل میں اس کو برا جانے اور اس سے بیزار ہو) یہ سب سے کم درجہ کا ایمان ہے۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے:

" عن حذيفة بن اليمان، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: والذي نفسي بيده لتامرن بالمعروف، ولتنهون عن المنكر، او ليوشكن الله ان يبعث عليكم عقابا منه، ثم تدعونه فلا يستجاب لكم"[39]

OPEN ACCESS

ترجمہ:حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے!

تم معروف (بھلائی) کا حکم دو اور منکر (برائی) سے روکو، ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب بھیج دے پھر تم اللہ سے دعا کرو

اور تمہاری دعا قبول نہ کی جائے۔

مذکورہ روایت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ صحت مند معاشرے کی تشکیل، معاشرتی اعتبار سے فیض رساں اور مفید انسان کی تیاری کے لئے اس کی اخلاقی و روحانی تربیت کا عمل انتہائی ناگزیر ہے جس کو کسی سطح اور کسی بھی لمحے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ دور میں ذرائع ابلاغ کی حیثیت کسی ایٹم بم سے کم نہیں جو لاکھوں کروڑوں انسانوں کے ذہنوں و دماغ کو جس طرح چاہے موڑ دیتا ہے، لہٰذا اس وقت اہل تصوف اور اہل اسلام کا اہم ترین مسئلہ دور جدید کے ذرائع ابلاغ پر توجہ دینے کا ہے تاکہ اس کے ذریعے اسلامی معاشرے کے خلاف اس خطرناک ترین یلغار کو روکا جاسکے۔

خلاصہ بحث

مذکورہ مقالہ کی تکمیل کے بعد یہ واضح ہوجاتا ہے کہ صوفیاء کرام نے سینکڑوں سال تک دین اسلام کی نشرواشاعت اور لوگوں کے دلوں میں محبت الٰہی و عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آبیاری کی۔ معاشرتی استحصال کے خاتمے، مذہبی رواداری اور حسن اخلاق کی تعلیمات کے ذریعے معاشرے کو امن و امان کا گہوارا بنایا، لیکن آج اسی تصوف کو شریعت سے الگ کر کے ضلالت وگمراہی کا سب سے بڑا ذریعہ بنایا جارہا ہے، اس کا ازالہ صرف اسی صورت ممکن ہے کہ عملی تصوف کو روحانی تربیت کے ذریعے جدید تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے متعارف کروایا جائے تاکہ اس دور زوال میں امت مسلمہ کو پھر سے جیلانی، ہجویری، اجمیری اور گنج شکر جیسے مردان حق میسر آسکیں۔

---

[1] راغب اصفہانی، مترجم۔ محمد عبدہ، **مفردات القرآن** (لاہور: اہل حدیث اکیڈمی، 1971ء)376۔

[2] رشید نعمانی، **لغات القرآن** (لاہور: دینی کتب خانہ اردو بازار، س ن)3،46۔

[3] ابن منظور افریقی، **لسان العرب** (قم، ایران: دار الحشر الحوزہ، 1405ھ)14،307۔

CC BY

[4] القرآن، الفاتحہ، 1

[5] مرتضی حسینی زبیدی، "**تاج العروس**" (دار الہدایہ، س۔ن) 13:53۔

[6] ابراہیم مصطفی احمد الزیات "**معجم الوسیط**" (دار الدعوۃ، س۔ن) 2:602۔

[7] ابن منظور افریقی، "**لسان العرب**" 4:570۔

[8] صوف بمعنی اون سے بنا ہوا لباس، چونکہ اکثر یہ لوگ اون سے بنا ہوا لباس زیب تن کرتے تھے اسی لئے انہیں اس نسبت سے صوفی کہا جانے لگا۔

[9] اصحاب صفہ سے مراد رسول اللہ ﷺ کے وہ صحابی جو مسجد نبوی میں ایک چبوترے میں رہ کر تعلیم پاتے تھے اور تزکیہ نفس کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

[10] صفا سے مراد دل کی صفائی ہے۔

[11] علی بن عثمان ہجویری، **کشف المحجوب**، مترجم۔ مفتی غلام محی الدین (لاہور: اسلامی کتب خانہ، 1993ء) 20

[12] شیخ عبدالقادر جیلانی، **غنیۃ الطالبین**، مرتب، عبدالمجید صدیقی (لاہور: المیزان، 2004ء) 597۔

[13] یوسف سلیم چشتی، **تاریخ تصوف** (لاہور: دارالکتاب، 2009ء) 115۔

[14] Islamic Culture Printed 1942.P_265

[15] محمد داؤد فاروقی، **سیرت غوث الاعظم** (انڈیا: الفیض دار الشاعت چوک امر تسر، 1926ء) 259، 276۔

[16] محمد دین فوق، **سوانح حیات حضرت علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش** (لاہور: پنجاب اوقاف علماء اکیڈمی، 2002ء) 14۔

[17] محمد اکرم قدوسی، مترجم۔ واحد بخش، **اقتباس الانوار** (لاہور: الفیصل ناشران و تاجران، 2009ء) 346، 347۔

[18] محمد مسعود خالد، **بابا فرید (سائیں فرید گنج شکر کا فلسفہ انسانیت)** (لاہور: فکشن ہاؤس مزنگ روڈ، 1996ء) 59۔

[19] شیخ غلام علی، **انور ضیاء** (کراچی: ادارہ تصنیف و تالیف 2002ء) 207۔

[20] سید فضل حیدر، مضمون نگار، خواجہ حسن نظامی، **ذکر فرید** (لاہور: کلاسک ڈی مال روڈ 2002ء) 52۔

[21] القرآن، البقرۃ، 165

[22] ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، **سنن داؤد**، کتاب السنۃ، باب زیادۃ الایمان (بیروت: دار الکتب العربیۃ، س ن) 4:353۔

[23] محمد بن عیسیٰ ترمذی، **سنن ترمذی**، کتاب الدعوات، باب منہ (ریاض: مکتبۃ دار لسلام، 2016ء)، حدیث 4:3490۔

[24] یوسف سلیم چشتی، **تاریخ تصوف** (لاہور: علماء اکیڈمی، 1976) 9۔

[25] علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین، **کنز الاعمال فی سنن الاقوال** (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1981ء) حدیث، 1:922۔

[26] القرآن، البقرۃ، 41

[27] القرآن، الجمعۃ، 5

[28] ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، **سنن ابن ماجہ**، کتاب السنۃ، باب الانتفاع بالعلم والعمل بہ (ریاض: مکتبۃ دار لسلام، 1428ھ) حدیث، 1:252۔

[29] القرآن، الاعراف، 3

[30] مسلم بن حجاج القشیری، **صحیح مسلم**، مقدمۃ الکتاب، باب النھی عن الحدیث بکل ما سمع (ریاض: مکتبۃ دار السلام، 1434ھ) حدیث، 1:7۔

OPEN ACCESS

31 محمد بن اسماعیل البخاری، **صحیح بخاری**، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ(ریاض: مکتبۃ دارالسلام، 1433ھ)حدیث، 1:7۔

32 یوسف سلیم چشتی، **تاریخ تصوف**، 138۔

33 القرآن، بنی اسرئیل، 36

34 ابن ماجہ، **ابن ماجہ**، کتاب الفتن، باب الوقوف عند الشبھات، حدیث، 5:3984۔

35 عبدالواحد تمیمی آمدی، **غررالحکم ودررالکلم** (قم: دارالکتب الاسلامیۃ، 1410ھ)419۔

36 عبدالرحمن چشتی، مترجم۔واحد بخش چشتی، **مرآۃ الاسرار**(لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب اردو بازار، 2006ء)267۔

37 القرآن، آل عمران، 104

38 قشیری، **صحیح مسلم**، کتاب الایمان، باب کون النھی عن المنکر من الایمان، حدیث، 1:177۔

39 ترمذی، **سنن ترمذی**، کتاب الفتن، باب ماجاء فی الامر بالمعروف والنھی عن المنکر، حدیث 3:2169۔

CC BY